تو کہاں، میں کہاں

(حمد و مناجات)

فراغ روہوی

مغربی بنگال اُردو اکاڈمی

۵/۷/۱۲اے، رفیع احمد قدوائی روڈ، کلکتہ-۷۰۰۰۱۶

جملہ حقوق محفوظ بحق

مغربی بنگال اردو اکاڈمی

۵/۷/۱۲اے، رفیع احمد قدوائی روڈ، کلکتہ-۷۰۰۰۱۶

سالِ اشاعت	:	۲۰۱۶ء
تعدادِ اشاعت	:	۵۰۰
قیمت	:	۷۰/روپئے
صفحات	:	۱۱۲
کمپوزنگ	:	طلعت جبیں، کولکاتا
مطبع	:	وکٹوریہ پرنٹرس اینڈ ایسوسی ایٹس

77/1B، اے پی سی روڈ، کولکاتہ-9

اپنی بات

اردو زبان وادب کا فروغ مغربی بنگال اردو اکاڈمی کا اولین مقصد ہے۔اس ضمن میں اکاڈمی نے بہتیرے پروگرام مرتب کیے ہیں اور اُن پرتن دہی سے عمل پیرا بھی ہے۔نجی اشاعتی اسکیم بھی اس کا ایک اہم حصہ ہے۔اس اسکیم کے تحت اکاڈمی' مغربی بنگال میں تحقیق وتنقید اور زبان و ادب کے حوالے سے محققوں' تنقید نگاروں' شاعروں اور ادیبوں کی تخلیق کردہ معیاری کتابیں رعایتی اور واجبی قیمت پر زیورِ طباعت سے آراستہ کرکے عام قاری کے ہاتھوں میں پہنچانے کا بھی عزم رکھتی ہے تاکہ اردو دنیا نہ صرف مغربی بنگال کے ادبی منظرنامے سے واقف ہو سکے' بلکہ یہاں کا ادب محفوظ بھی رہ سکے۔

حمد ومناجات پر مشتمل زیرِ نظر کتاب ''تو کہاں' میں کہاں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اکاڈمی اس مجموعۂ کلام کے شاعر فراغ روہوی کی شکر گزار ہے۔

نزہت زینب
(سکریٹری)

انتساب

کائنات کے ذرّے ذرّے
کے نام

فہرست

- کہاں کوئی رہا ہے عکس در عکس — 7
- صدی ہے اُسی کی، ہے لمحہ اُسی کا — 9
- درد دے ہے، وہی دوا دے ہے — 11
- ہمیشہ سے افضل، ہمیشہ سے اعلیٰ خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا — 13
- ازل سے جو حکمراں ہے تنہا، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ — 15
- سب سے ارفع، سب سے اعلیٰ، نیلی چھتری والا ہے — 17
- مری کیا مجال مرے خدا! کہ میں تجھ سے کوئی گلہ کروں — 19
- یہ آب و گِل کی عمارت، تری نوازش ہے — 21
- تو خدا ہے خدا، تو کہاں، میں کہاں — 23
- کسے کسے نہ خدا نے پناہ میں رکھا — 25
- کہاں کہاں نہ کرشمہ دکھا دیا تو نے — 27
- سفر پہ بھیج کے سمتیں دکھا رہا ہے تو — 29
- ازل سے تا بہ ابد کچھ بھی سوچنا ہی نہیں — 31
- ہے شاخ شاخ گلِ تر ترے اشارے پر — 33
- دشت میں، باغ میں، دریا میں، سمندر میں تو — 35
- خزاں کے بعد فروغِ بہار تیری عطا — 37
- خیال رکھتا ہے کتنا تو بے نواؤں کا — 39
- کہاں کوئی بھی منظورِ نظر تیرے سوا ٹھہرا — 41

- خزاں کا دور جو پروردگار دیتا ہے — 43
- حمد کہنے کی جو حاصل یہ سعادت کی ہے — 45
- مرے لبوں پہ ترا نام جب مچلتا ہے — 47
- یقین ہے یہ، گماں نہیں ہے — 49
- کہاں کہاں نہ پکارے، پکارنے والے — 51
- بڑی تیری سرکار ہے میرے مالک — 53
- تو نے کیسی ادا عطا کر دی — 55
- ہمراہِ سحر کر دی عطا شام خدا نے — 57
- ترا بندہ ہے تیرا ڈر رکھنے والا — 59
- عقل اور فراست دی تو نے ہی مرے مولا — 61
- کب خار و خس ہیں تیرے بے کار جانے والے — 63
- آفتاب بخشا ہے، ماہتاب بخشا ہے — 65
- اپنا وجود بھی تجھے دِکھتا نہیں ہے کیا — 67
- اللہ ہو، اللہ ہو — 69
- اللہ اکبر، اللہ اکبر — 71
- اعزاز مجھ کو ایک یہی ذوالجلال، دے — 73
- جب زباں دی ہے شعورِ خوش بیانی دے خدا — 75
- رباعیات — 76
- دوہے — 92
- ماہیے — 100
- ہائیکو — 107

حمد باریٔ تعالیٰ

(غیر منقوط)

کہاں کوئی رہا ہے عکس در عکس
وہی ہم کو ملا ہے عکس در عکس

سرِ صحرا، سرِ ساحل، سرِ رہ
کلام اُس کا لکھا ہے عکس در عکس

رسالہ در رسالہ اسمِ واحد
دکھائی دے رہا ہے عکس در عکس

حوالہ در حوالہ، درس در درس
گماں اُس کا ہوا ہے عکس در عکس

سلاسل در سلاسل، دار در دار
اُسی کا سلسلہ ہے عکس در عکس

ہمالہ در ہمالہ، سطح در سطح
وہی حاوی رہا ہے عکس در عکس

وہی رحم و کرم والا، اُسی کی
عطا کا سلسلہ ہے عکس در عکس

(غیر منقوط)

صدی ہے اُسی کی، ہے لمحہ اُسی کا
سحر در سحر ہے حوالہ اُسی کا

رہا ہے، رہے گا، ہے دعویٰ اُسی کا
کہ ہے دائمی اک سہارا اُسی کا

کہاں اُس سا ٹھہرا کوئی اک مصور
ہے ہر عکس صوری مرصع اُسی کا

دھرے کے دھرے رہ گئے علم سارے
کہاں ہو سکا حل معمہ اُسی کا

احاطہ ہوا ہے کمال اُس کا کس سے
ہے رائی اُسی کی، ہمالہ اُسی کا

کرم ہی کرم کا حوالہ ہے ہر سو
ہے ساگر اُسی کا، ہے دھارا اُسی کا

اِدھر سکھ سے سائے، اُدھر دکھ کے لمحے
یہ وادی اُسی کی، وہ صحرا اُسی کا

مکاں لا مکاں کا وہی حکمراں اک
دلوں کو ہے ڈر لامحالہ اُسی کا

ہر اک حکم اُس کا گوارہ ہے دل کو
کہ ہر کوئی محکوم ٹھہرا اُسی کا

کسی اور سے ہے کہاں آس ہم کو
کھلائے گا ہم کو ہے وعدہ اُسی کا

مٹا کر رہے گا وہ اہلِ مکاں کو
رہا ہے مصمم ارادہ اُسی کا

(غیر منقوط)

درد دے ہے، وہی دوا دے ہے
حوصلہ اُس کی ہر ادا دے ہے

کہہ اُسے ہی کمال کا کامل
وہ کمالِ دِگر دِکھا دے ہے

کاہے اُس سے گلہ کرے کوئی
وہ سدا آس سے سوا دے ہے

سارا عالم گواہ ہے اُس کا
گل سرِ صحرا وہ کھلا دے ہے

اُس سے سہما ہوا ہے ہر کوئی
کوہساروں کو وہ ہلا دے ہے

اک وہی ہے کہ ہر گھڑی، ہر دم
دُکھ کے ماروں کو آسرا دے ہے

درد حد سے سوا ہوا کہ علؔی
دل سسک کر مرا صدا دے ہے

● درج بالا حمد چوں کہ غیر منقوط ہے اس لئے مقطعے میں فراغؔ کی بجائے اصل نام 'علی' نظم کیا گیا ہے۔

ہمیشہ سے افضل، ہمیشہ سے اعلیٰ خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا
قدیم و بزرگ و عظیم اور بالا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

زمیں، آسماں، کہکشاں، چاند، سورج، گلستان وصحرا، ندی، جھیل، ساگر
گھڑی بھر میں سب کچھ بنا دینے والا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

جو ممکن نہیں، تجھ سے ممکن ہے مولا ترے لفظِ کن میں عجب گن ہے مولا
بنا دینے والا، مٹا دینے والا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

وہ چاہے تو سورج کو بے نور کر دے، پہاڑوں کو ہلنے پہ مجبور کر دے
ہر اک فن میں یکتا، ہنر میں نرالا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

فلک کیا، خلا کیا، زمیں کیا، سمک کیا، مکاں، لامکاں کیا، دیارِ حرم کیا
درونِ کلیسا، درونِ شوالہ خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

اُسی کی بدولت ہے دنیا کی رونق، اُسے خود نمائی ہے زیبا، وہ برحق
کہ خلاق گل کا، شجر کا، ثمر کا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

فراغؔ اُس کا فضل و کرم ہے وگرنہ نگاہوں میں چھایا ہی رہتا اندھیرا
چمک روح و دل کی، نظر کا اُجالا خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا

ازل سے جو حکمراں ہے تنہا، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ
گواہ جس کا ہے ذرّہ ذرّہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

قدیم بھی وہ، عظیم بھی وہ، رحیم بھی وہ، کریم بھی وہ
ہیں جس کی ساری صفات بالا، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

جو خالقِ دو جہاں ہے بے شک، جو سب کو ہے رزق دینے والا
کریں نہ کیوں ہم اُسی کو سجدہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

کہیں سحر کی کرن ہے پھوٹی، کہیں ہے دن پر زوال طاری
دکھا رہا ہے جو یہ کرشمہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

زمین سے آسماں کی جانب نظر اُٹھا کر جدھر بھی دیکھو
نمایاں ہر سو ہے جس کا جلوہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

اگر وہ ہم کو نظر نہ آئے تو یہ ہماری ہے کور چشمی
ہے جس کی قدرت میں ذرّہ ذرّہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

کسی کے روکے رکا نہیں ہے، ازل سے اب تک چہار جانب
رواں ہے جس کے کرم کا دریا، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

وہ برہمن ہو کہ شیخ کوئی، امیر ہو یا غریب کوئی
کسی کو رکھتا نہیں جو بھوکا، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

یہ جسم و جاں ہیں عطائیں جس کی، ادا کریں شکر کیوں نہ اُس کا
ہے جس کا ممنون ریشہ ریشہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

کہاں یہ اسلوب تھا ہمارا، بس ایک پل میں فراغؔ جس نے
نکھار کے رکھ دیا ہے لہجہ، خدا نہیں ہے تو کون ہے وہ

سب سے ارفع، سب سے اعلیٰ، نیلی چھتری والا ہے
پست ہیں ہم سب، سب سے بالا، نیلی چھتری والا ہے

ناؤ ہماری کھینے والا، نیلی چھتری والا ہے
جس نے بھنور سے ہم کو نکالا، نیلی چھتری والا ہے

رات اور دن کی شکل میں ہر دن دکھ سکھ کے عنواں کے ساتھ
ہم پڑھتے ہیں جس کا رسالہ، نیلی چھتری والا ہے

روپ جدا ہے، رنگ جدا ہے، اتنے سارے چہروں کو
جس نے الگ سانچوں میں ڈھالا، نیلی چھتری والا ہے

اوپر بیٹھا سب کو نچاتا رہتا ہے کٹھ پتلی سا
کھیلنے والا کھیل نرالا، نیلی چھتری والا ہے

اُس امبر سے اِس دھرتی تک جس نے ایک اکیلے ہی
سارا کاروبار سنبھالا، نیلی چھتری والا ہے

خود تو دکھائی دیتا نہیں ہے پھر بھی جس کے جلووں کا
پھیلا ہوا ہے ہر سو اُجالا، نیلی چھتری والا ہے

اُس کی نظر میں ایک ہی جیسے ادنیٰ بھی ہیں، اعلیٰ بھی
جس نے ہر خلقت کو پالا، نیلی چھتری والا ہے

کیسے کیسے فرعونوں سے بات یہ اُس نے منوائی
مجبوروں کا بھی رکھوالا، نیلی چھتری والا ہے

آپ فراغؔ رُلا دیتا ہے، آپ ہی پھر دے دے کے خوشی
کرتا ہے جو غم کا ازالہ، نیلی چھتری والا ہے

مری کیا مجال مرے خدا، کہ میں تجھ سے کوئی گلہ کروں
مجھے زیب دیتا ہے بس یہی کہ میں شکر تیرا ادا کروں

مجھے تو نے لوح و قلم دیئے، مجھے فکر و فن بھی عطا کئے
مجھے یہ شعور بھی دے دیا کہ میں کیسے حمد و ثنا کروں

تری گفتگو، تری جستجو، ترا قرب ہی مری آرزو
تری یاد کو نہ کبھی خدا، دلِ زار سے میں جدا کروں

تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو نعیم ہے، تو قسیم ہے
تری ہر صفت ہی عظیم ہے، ترا ذکر صبح و مسا کروں

مجھے تو نے جو بھی عطا کیا، وہ مری طلب سے سوا کیا
یہ مطالبہ ہے عطاؤں کا کہ قصیدہ تیرا پڑھا کروں

یہیں دیر بھی ہے، حرم بھی ہے، یہیں ہر قدم پہ صنم بھی ہے
ترا شکر تو نے بتا دیا کہ تجھی کو سجدے کیا کروں

تری بندگی ہے عزیز تر، تجھے نذر کر دوں یہ جاں، مگر
مری جان بھی تو نہیں مری، تری راہ میں جو فدا کروں

کسی فکر کا ہے کہاں گزر، تو مرے خیال سے بالا تر
مری کیا بساط ہے اے خدا، کہ میں حقِ حمد ادا کروں

مجھے غم سے اب جو فراغ ہے تو نظر میں دل کا چراغ ہے
یہ کرم ہے تیرا ہی سر بہ سر تو میں کیوں نہ شکر ادا کروں

یہ آب و گِل کی عمارت، تری نوازش ہے
کہ خد و خال کی زینت، تری نوازش ہے

رگوں میں خون کی سرعت، تری نوازش ہے
مرے بدن میں حرارت، تری نوازش ہے

حواسِ خمسہ کی دولت، تری نوازش ہے
یہ دست و پا میں بھی طاقت، تری نوازش ہے

یہ نام اور یہ شہرت، تری نوازش ہے
دلوں پہ میری حکومت، تری نوازش ہے

ہر ایک عیب مرا عیب ہے مرے مولا،
تمام خوبی و سیرت، تری نوازش ہے

محاذِ زیست پہ تدبیرِ جنگ میری، مگر
ہر ایک مژدۂ نصرت، تری نوازش ہے

فر و گزاشتیں میری، حماقتیں بھی مری
تمام فہم و فراست، تری نوازش ہے

یہ مانتا ہوں مری دسترس میں کچھ بھی نہیں
مرا ہنر، مری حکمت، تری نوازش ہے

مصیبتیں تو بلائی ہوئی ہیں خود میری
نشاط و عیش و مسرت، تری نوازش ہے

مرا سفر ہے کہاں کا، کہاں مری منزل
یہ انکشاف و بشارت، تری نوازش ہے

خدائے پاک، قلم تو فراغؔ کا ہے، مگر
اُسے ثنا کی سعادت، تری نوازش ہے

تو خدا ہے خدا، تو کہاں، میں کہاں
میں ہوں بندہ ترا، تو کہاں، میں کہاں

تو ہی معبود ہے، تو ہی مسجود ہے
میں ہوں وقفِ ثنا، تو کہاں، میں کہاں

نور ہی نور ہے ذاتِ باری تری
خاک سے میں بنا، تو کہاں، میں کہاں

کیا حقیقت مری، میں فنا ہی فنا
تو بقا ہی بقا، تو کہاں، میں کہاں

خالق و خلق کے بیچ موجود ہے
اک بڑا فاصلہ، تو کہاں، میں کہاں

تیرے اوصاف کا کب احاطہ ہوا
تو گماں سے سوا، تو کہاں، میں کہاں

تیرے اسرارِ پنہاں سمجھنے سے ہے
ذہن عاجز مرا، تو کہاں، میں کہاں

تو مخاطب ہے شام و سحر اور میں
بے زباں، بے نوا، تو کہاں، میں کہاں

میری اوقات کیا، ہے نبیؐ بھی مرا
نام لیوا ترا، تو کہاں، میں کہاں

کیا ملائک ترے، کیا فراغِ حزیں
سب کی ہے یہ صدا، تو کہاں، میں کہاں

کسے کسے نہ خدا نے پناہ میں رکھا
فلک سے زیرِ زمیں تک نگاہ میں رکھا

ہماری نفس پرستی کے امتحاں کے لئے
عجب سرور خدا نے گناہ میں رکھا

نہ جانے کون سی تھی مصلحت کہ آدمؑ نے
قدم جو رکھا جہانِ تباہ میں رکھا

گلوں کو پہلے تو بخشی متاعِ حسن و جمال
پھر اُس نے خار کو اُن کی سپاہ میں رکھا

کبھی جو اُس نے رُلایا ہمیں شبِ ہجراں
الگ ہی کیف ہماری کراہ میں رکھا

اُسے یہاں بھی، وہاں بھی ہے سرخرو ہونا
وہ جس نے اپنا قدم اُس کی راہ میں رکھا

جوابِ حشر کے دن کیا خدا کو دوگے فراؔغ
کہ خود کو محو تو کارِ سیاہ میں رکھا

کہاں کہاں نہ کرشمہ دکھا دیا تونے
قدیر ہونے کا اپنے پتا دیا تونے

ازل سے قبل خدا تو، ابد کے بعد بھی تو
کہ یہ یقیں بھی دلوں میں بٹھا دیا تونے

تو لامکاں ہے، مگر یہ کمال ہے تیرا
کہ ہم کو کون و مکاں میں بسا دیا تونے

تو بے نیاز ہے، لیکن نیاز مندوں کو
کرم سے اپنے بہت کچھ بنا دیا تونے

زمیں کو زیر و زبر کر کے ایک لمحے میں
ہمیں جلال بھی اپنا دکھا دیا تونے

غرور توڑ دیا آسماں کے تاروں کا
زمیں کے ذرّوں کو یوں جگمگا دیا تونے

وہ جس نے دعویٰ کیا تھا یہاں خدائی کا
مزہ اجل کا اُسے بھی چکھا دیا تونے

ترے حضور میں شاہ و گدا کا فرق کہاں
سبھوں کو اپنے عمل کا پتا دیا تونے

ترے کرم کی کوئی انتہا نہیں مولا،
فراؔغ کیا تھا، اُسے کیا بنا دیا تونے

سفر پہ بھیج کے سمتیں دکھا رہا ہے تو
کدھر ہماری ہے منزل، بتا رہا ہے تو

ہزار شکر ہے تیرا کہ بال و پر کے بغیر
ہمیں خلاؤں کی جانب اُڑا رہا ہے تو

کسی کے بس کا نہیں ہے، یہ تیرا حصہ ہے
جو کاروبارِ زمانہ چلا رہا ہے تو

کوئی حساب نہیں ہے تری کریمی کا
ازل سے اپنا خزانہ لٹا رہا ہے تو

کہیں جلال کا تیرے کوئی نشانہ ہے
کہیں کرم سے کسی کو بسا رہا ہے تو

وہ بے حسی ہے کہ اب تک پڑے ہیں غفلت میں
ہمیں تو کب سے خدایا، جگا رہا ہے تو

گناہ ظرف ہمارا، مگر یہ وصف ترا
کہ بار بار ترس ہم پہ کھا رہا ہے تو

سوال تجھ سے کریں کیا کہ بن کہے مولا،
ہر ایک کام ہمارا بنا رہا ہے تو

ہے اعتراف کہ اک حرف بھی نہیں اپنا
وہ لکھ رہے ہیں جو ہم سے لکھا رہا ہے تو

فراغؔ کو بھی عطا کر کے روشنی اپنی
اُسے بھٹکنے سے مولا، بچا رہا ہے تو

ازل سے تا بہ ابد کچھ بھی سوچنا ہی نہیں
ترے سوا تو خدایا، کوئی خدا ہی نہیں

ترے حضور میں خم ہو گیا جو سر اک بار
وہ سر کسی کے بھی آگے کبھی جھکا ہی نہیں

ترا جمال تھا نادیدہ، پھر بھی اے مالک،
نکل پڑا جو تری سمت پھر مڑا ہی نہیں

ترا جلال بڑے جوش میں رہا، لیکن
نوازشوں کا تری سلسلہ تھما ہی نہیں

گرا دیا جسے اک بار منہ کے بل تو نے
تمام عمر وہ بدبخت پھر اُٹھا ہی نہیں

تجھے پسند ہے فریاد اپنے بندوں کی
اور ایک ہم کہ ہمیں فرصتِ دعا ہی نہیں

اسی خیال سے میری زباں کبھی نہ کھلی
کہ تجھ سے حالِ دلِ مضطرب چھپا ہی نہیں

تری نگاہِ کرم میرے حال پر جو رہی
مرا چراغِ تبسم کبھی بجھا ہی نہیں

ہوائے گرم کا کیا ذکر تیری رحمت سے
مجھے تو سرد ہواؤں نے بھی چھوا ہی نہیں

ترا کرم کہ کسی حال میں بھی اے مالک،
قلم فراغؔ کا تیرے، کبھی رُکا ہی نہیں

ہے شاخ شاخ گلِ تر ترے اشارے پر
حسیں ہے باغ کا منظر ترے اشارے پر

زمیں کی تہہ میں جڑوں کو بھی سینچتا ہے تو
شجر شجر ہے ثمرور ترے اشارے پر

کبھی بہار کی صورت، کبھی بہ شکلِ خزاں
بدلتا رہتا ہے منظر ترے اشارے پر

کسی ندی، کسی جھرنے کا ذکر کیا مولا،
رواں دواں ہے سمندر ترے اشارے پر

صدف کے بطن میں پائی ہے پرورش جس نے
ہے آب دار وہ گوہر ترے اشارے پر

کہیں ہے دھوپ مسلط سروں پہ اور کہیں
تنی ہے ابر کی چادر ترے اشارے پر

ہے انحصار ہوا پر حیات کا، لیکن
بدلتی ہے وہی تیور ترے اشارے پر

ہوا ہے جن مہ و انجم پہ آسماں نازاں
ہوئے ہیں وہ بھی منور ترے اشارے پر

ترا کرم کہ ازل سے ہر ایک رات کے بعد
کرن اُترتی ہے گھر گھر ترے اشارے پر

اگر رضا نہ ہو تیری تو کچھ نہیں ہوتا
سنور رہے ہیں مقدر ترے اشارے پر

میں سر جھکاؤں نہ کیوں بارگاہ میں تیری
اُٹھا ہوا ہے مرا سر ترے اشارے پر

فراغؔ واقفِ آدابِ گفتگو تھا کہاں
وہ ہو گیا ہے سخنور ترے اشارے پر

دشت میں، باغ میں، دریا میں، سمندر میں تو
جلوہ افروز نہیں کون سے منظر میں تو

تو مصور کے تصور سے پرے ہے مولا،
کب سماتا ہے خیالاتِ سخنور میں تو

اُس کو پل بھر میں مٹانے کی ہے قدرت تجھ میں
جان بھر دیتا جس خاک کے پیکر میں تو

جھک تو سکتی ہے، مگر ٹوٹ نہیں سکتی کبھی
وہ لچک ڈالتا ہے شاخِ ثمرور میں تو

شعلہ گلزار ہوا کرتا ہے مرضی سے تری
آگ بھر دیتا ہے بے جان سے پتھر میں تو

تیرے بندوں میں ہوا کرتے ہیں تجھ کو جو عزیز
غم بھی کرتا ہے رقم اُن کے مقدر میں تو

جب دکھاتا ہے زمانے کو کبھی اپنا جلال
فرق رکھتا ہی نہیں شاہ و گداگر میں تو

اے خدا، کیوں نہ ہو ممنونِ کرم تیرا فراغؔ
چاند تارے بھی اُگاتا ہے مرے گھر میں تو

خزاں کے بعد فروغِ بہار تیری عطا
چمن کو حسن، گلوں کو نکھار تیری عطا

کہیں پہاڑ، کہیں گلستاں، کہیں وادی
زمیں کے جسم کا اک اک سنگار تیری عطا

فلک کو چاند ستارے، زمین کو جگنو
یہ جگمگاتے ہوئے شاہکار تیری عطا

متاعِ جاں ہی نہیں، اور بھی عطائیں ہیں
یہ کائنات، یہ لیل و نہار تیری عطا

تمام دن تو گزرتا ہے بے قراری میں
پھر اُس کے بعد سکون و قرار تیری عطا

عطا ہوا ہے ترا عشق روزِ اوّل سے
نگاہ و دل کو ہے کیف و خمار تیری عطا

سلگتی دھوپ کی پروا ذرا نہیں مجھ کو
ہے میرے سر کے لئے سایہ دار تیری عطا

کوئی نوازنے والا ترے سوا ہے کہاں
ترے فراؔغ کا عز و وقار تیری عطا

خیال رکھتا ہے کتنا تو بے نواؤں کا
کہ ایک پل میں بدلتا ہے رُخ ہواؤں کا

پناہ مانگی کبھی دھوپ سے جو خلقت نے
تو تونے بھیج دیا سایہ کچھ گھٹاؤں کا

بڑھیں تو میری طرف بارہا، مگر تونے
ہمیشہ روک لیا راستہ بلاؤں کا

کبھی نہ ہونے دیا شرمسار تونے مجھے
بھرم ہمیشہ ہی رکھا مری صداؤں کا

نکالنی ہے تجھے میرے رزق کی بھی سبیل
کہ ذمہ دار ہے تو خلق کی غذاؤں کا

جہاں میں کوئی نہیں ہے ترے سوا مالک
خیال رکھے جو ہر حال میں گداؤں کا

خدا جو ہونے کا دعویٰ بہ زعم کرتے تھے
دکھا دیا ہمیں انجام اُن خداؤں کا

فراؔغ کیا ہے خدایا، کسی سے بھی ہرگز
ہوا نہ ہوگا ادا حق تری ثناؤں کا

کہاں کوئی بھی منظورِ نظر تیرے سوا ٹھہرا
حسیں تجھ سا نہ محبوبِ دِگر تیرے سوا ٹھہرا

تجھی پر ختم ہوتی ہیں نگاہوں کی حدیں میری
نظر میں کب کوئی شام و سحر تیرے سوا ٹھہرا

ترا ہی ساتھ رہتا ہے جدھر کا رُخ میں کرتا ہوں
ازل سے کون میرا ہم سفر تیرے سوا ٹھہرا

سبھی ہیں راستے تیرے، سبھی ہیں پیچ وخم تیرے
کہاں کوئی کسی کا راہبر تیرے سوا ٹھہرا

ترے ہی سامنے جھک کر جبینِ شوق ہے نازاں
کہاں مسجود کوئی سربسر تیرے سوا ٹھہرا

میں اپنا مسئلہ سارا ترے آگے ہی رکھتا ہوں
نہ کوئی ہم خیال و ہم نظر تیرے سوا ٹھہرا

کسی دامن میں اشکوں کا جنازہ دفن کیوں کرتا
مرے غم سے نہ کوئی با خبر تیرے سوا ٹھہرا

مسیحاؤں کو جب جب آزمایا دل ہوا چھوٹا
کہاں بے چارگی میں چارہ گر تیرے سوا ٹھہرا

اُجالے میں ذرا لے آ فراغؔ غم زدہ کو بھی
کہاں تجھ سا کوئی بھی با اثر تیرے سوا ٹھہرا

خزاں کا دور جو پروردگار دیتا ہے
تو اُس کے بعد ہی فصلِ بہار دیتا ہے

اُجاڑ دیتا ہے پل بھر میں جو گلستاں کو
اُسے کرم سے وہی پھر نکھار دیتا ہے

نوازنے پہ جب آتا ہے قادرِ مطلق
ہما شما کا مقدر سنوار دیتا ہے

شعور دیتا ہے وہ ہم کو حکمرانی کا
ہمارے ہاتھ میں جب اقتدار دیتا ہے

جلال جوش میں آتا ہے جب کبھی اُس کا
بڑے بڑوں کا وہ نشہ اُتار دیتا ہے

یہ اور بات سدھرتے نہیں ہیں ہم، ورنہ
ہمیں تو وقت خدا بار بار دیتا ہے

ہیں غم زدہ تو گلہ اُس سے کیا کریں کہ وہی
مسرتیں بھی ہمیں بے شمار دیتا ہے

کسے پکاریں مدد کے لئے خدا کے سوا
وہ بے قرار دلوں کو قرار دیتا ہے

خدا کی ذات سے انکار ہے جسے، وہ بھی
اُسی کے سامنے دامن پسار دیتا ہے

کسی کے سامنے دستِ سوال کیوں ہو دراز
کہ بے طلب ہی ہمیں کردگار دیتا ہے

فراؔغ کیوں نہ کریں اُس خدا کا شکر ادا
جو ہر مقام پہ عز و وقار دیتا ہے

حمد کہنے کی جو حاصل یہ سعادت کی ہے
یہ سعادت بھی مجھے تو نے عنایت کی ہے

جس قدر راحتِ جاں تو نے عطا کی ہے مجھے
اُس قدر میں نے کہاں تیری اطاعت کی ہے

یوں تو دنیا میں تھے اسباب بھٹکنے کے بہت
تو نے لیکن مرے ایماں کی حفاظت کی ہے

تیری رحمت نے بچایا ہے زیاں سے مجھ کو
جب کبھی میں نے خدا، کوئی حماقت کی ہے

صرف پیدا ہی نہیں تو نے کیا خلقت کو
غیب سے ادنیٰ و اعلیٰ کی کفالت کی ہے

اپنے قرآن میں ہر علم کو یکجا کر کے
شکر ہے تو نے مری دور جہالت کی ہے

جب عطا مجھ کو ہوئی لوح و قلم کی دولت
تب کہیں میں نے زمانے پہ حکومت کی ہے

وہ سہارا تو فقط ربِ جہاں کا ہے فراغؔ
دور جس نے مری ہر ایک مصیبت کی ہے

مرے لبوں پہ ترا نام جب مچلتا ہے
اُسی کے فیض سے بے تاب دل بہلتا ہے

رگوں میں خونِ رواں سے ہیں دھڑکنیں دل کی
ترے کرم سے بدن کا نظام چلتا ہے

نگاہِ خاص رہے جس پہ تیری اے مالک،
ہوائے تیز میں بھی وہ چراغ جلتا ہے

گرا دے جس کو تُو اُٹھنا محال ہے اُس کا
جسے سنبھالنا چاہے وہی سنبھلتا ہے

پگھل رہا ہے اگر موم تو تعجب کیا
تو چاہتا ہے تو پتھر کا دل پگھلتا ہے

وجود جس کا تُو چاہے بدل دے پل بھر میں
ہر ایک چیز پہ تیرا ہی زور چلتا ہے

کسی جگہ جو برستا ہے مہرباں ہوکر
ترے اشارے پہ وہ آگ بھی اُگلتا ہے

جڑوں کو جس کی سدا سینچتا ہے تیرا کرم
وہی شجر تو خدا، پھولتا ہے، پھلتا ہے

کرم ہے مجھ پہ خدا کا کہ میرے دل میں فراغؔ
عجب سا ایک سمندر سدا اُبلتا ہے

یقین ہے یہ، گماں نہیں ہے
وجود تیرا کہاں نہیں ہے

یہاں نہیں یا وہاں نہیں ہے
کہاں کہاں تو عیاں نہیں ہے

ہیں کور باطن ہمیں خدایا،
تو ہم سے ورنہ نہاں نہیں ہے

ہے ذرّے ذرّے پہ فیض تیرا
کرم سے خالی جہاں نہیں ہے

بشر ہی ٹھہرا حریص ورنہ
تو اُس پہ کب مہرباں نہیں ہے

زمیں، سمندر، پہاڑ، صحرا
کہاں خدا حکمراں نہیں ہے

ادا نہ ہو جس سے شکر تیرا
زباں وہ ہرگز زباں نہیں ہے

فراؔغ توصیف کیا کرے گا
زباں میں تابِ بیاں نہیں ہے

کہاں کہاں نہ پکارے، پکارنے والے
ترے حضور میں دامن پسارنے والے

تری امید، تری آس کے سہارے ہی
گزار دیتے ہیں جیون گزارنے والے

مرے بھی گھر کی طرف ہو بس اک نگاہِ کرم
فرازِ عرش سے رحمت اُتارنے والے

سنوار دے مری تقدیر بھی نبیؐ کے طفیل
تمام خلق کی قسمت سنوارنے والے

مرا سفینۂ کردار ہے کرم پہ ترے
بھنور سے ڈوبتی کشتی اُبھارنے والے

مجھے چکانے ہیں اہلِ جہاں کے قرض ابھی
کچھ اور عمر بڑھا دے اے مارنے والے

بجھا بجھا سا ہے کیوں چہرۂ فراغ بتا؟
ہر ایک چہرۂ گل کو نکھارنے والے

بڑی تیری سرکار ہے میرے مالک
تو سجدے کا حق دار ہے میرے مالک

جسے تو نے محبوب اپنا بنایا
وہ عنوانِ شہکار ہے میرے مالک

جو پھیلا ہوا ہے مکاں لامکاں تک
ترا ہی وہ بازار ہے میرے مالک

دو عالم کی ہر شے ہے مخلوق تیری
تو اُن کا نگہدار ہے میرے مالک

جسے دیکھتا ہوں زمیں سے فلک تک
ترا ہی طلبگار ہے میرے مالک

اُڑانیں جو بھرتے ہیں شاہین، اُن کو
عطا تیری رفتار ہے میرے مالک

ترا نام لے کر اسے پاک کر لوں
زباں تک گنہگار ہے میرے مالک

ترا سامنا کر سکوں گا میں کیسے
کہاں ایسا کردار ہے میرے مالک

سوالی ہوں تیری مدد کا سوالی
تو سب کا مددگار ہے میرے مالک

مری باری کب آئے گی تو ہی جانے
اِدھر غم کا انبار ہے میرے مالک

یہ ف ر ا غ کچھ بھی نہیں ہے
تو ہی میرا مختار ہے میرے مالک

تو نے کیسی ادا عطا کردی
جرأتِ آئینہ عطا کردی

تو نے میری حیات کرکے دراز
مہلتِ التجا عطا کردی

ایک سورج اُگا کے تو نے خدا
روشنی جا بہ جا عطا کردی

تو نے جلتے ہوئے سروں کے لئے
بادلوں کی ردا عطا کردی

حبس میں بھیج دی ہوا تو نے
پیاس کو بھی گھٹا عطا کردی

کیسی تاثیر دی دعاؤں کو
خاک کو بھی شفا عطا کردی

کور چشموں کو تو نے دیں آنکھیں
بے نوا کو نوا عطا کردی

ماہ و اختر کے ساتھ ہی تو نے
جگنوؤں کو ضیا عطا کردی

تو نے ننھی سی تتلیوں کو بھی
کیسی رنگیں قبا عطا کردی

شکر تیرا کہ میرے لفظوں کو
تو نے صوت و صدا عطا کردی

مجھ کو فن سے نواز کر تو نے
دولتِ بے بہا عطا کردی

سجدۂ شکر میں ہے محو فراغؔ
تو نے اک حمد کیا عطا کردی

ہمراہِ سحر کر دی عطا شام خدا نے
آغاز کا بہتر دیا انجام خدا نے

تھمنے ہی نہ دی گرمیِ ہنگام خدا نے
ہر شے سے لیا شام و سحر کام خدا نے

کیا شانِ کریمی ہے کہ آتے ہی جہاں میں
کیا کیا نہ دیئے بندوں کو انعام خدا نے

یہ شمس و قمر، برگ و شجر، ابر، سمندر
کیا خوب ہمیں بخشے ہیں خدام خدا نے

دن بھر کی تھکن دور ہو آغوش میں شب کی
یہ سوچ کے دی مہلتِ آرام خدا نے

بہتے ہوئے پانی کو، اُجالے کو، ہوا کو
صد شکر کیا سب کے لئے عام خدا نے

دریا میں بھی موسیٰؑ کے لئے راہ نکالی
کس کا نہ بھرم رکھا بہر گام خدا نے

کب ظلم کسی کا بھی کیا اُس نے گوارہ
راون کے لئے بھیج دیا رام خدا نے

بے شک یہ فراغؔ اُس کی ثنا سے ہوئے حاصل
شہرت کے جو بخشے تجھے ایام خدا نے

ترا بندہ ہے تیرا ڈر رکھنے والا
کہ ہے سب پہ تو ہی اثر رکھنے والا

تو خالق، تو رازق، تو مالک، تو حاکم
تو خلقت پہ اپنی نظر رکھنے والا

زمیں سے فلک تک تری حکمرانی
تو ارض و سما کی خبر رکھنے والا

تو ہی گردشِ وقت پر بھی ہے غالب
تو دنیا کی شام و سحر رکھنے والا

نکھارا ہر اک گل کو رنگ اور بو سے
شجر میں بھی تو ہی ثمر رکھنے والا

دیا نور ننھے سے جگنو کو تو نے
تو برق و حجر میں شرر رکھنے والا

زمیں کی تہوں میں خزینے ہیں تیرے
تو ہی سیپ میں بھی گہر رکھنے والا

دی قوت ہواؤں کو تو نے کہ تو ہے
ہر اک بادباں پر نظر رکھنے والا

یقیناً تو صحرا کو گلزار کر دے
تو ہی یہ صفت، یہ ہنر رکھنے والا

بکھر جائے پل بھر میں ہر شے جہاں کی
تو ہی سب کو شیر و شکر رکھنے والا

ثنا میں ہے مصروف تیری الٰہی،
فراغؔ آج ہے چشم تر رکھنے والا

عقل اور فراست دی تو نے ہی مرے مولا
مجھ کو ایسی نعمت دی تو نے ہی مرے مولا

سر اُٹھا کے چلتا ہوں، شکر ہے کہ مجھ کو بھی
علم دے کے عزت دی تو نے ہی مرے مولا

مجھ کو کب سوا اپنے کچھ دکھائی دیتا ہے
ذہن و دل کو وسعت دی تو نے ہی مرے مولا

زندگی عطا کر کے آب و گل کے پتلے کو
بے مثال قدرت دی تو نے ہی مرے مولا

میرا دل ہوا مائل کس قدر تری جانب
مجھ کو یہ ہدایت دی تو نے ہی مرے مولا

کیوں ڈریں وہ دوزخ سے، جب کہ نیک بندوں کو
خلد کی بشارت دی تو نے ہی مرے مولا

آگ اُگلتے موسم میں بارشیں عطا کر کے
گرمیوں سے راحت دی تو نے ہی مرے مولا

اُوس کو ملی ٹھنڈک تیری ہی عنایت سے
دھوپ کو تمازت دی تو نے ہی مرے مولا

دل فریب پھولوں سے گلستاں سجائے ہیں
اُن کو رنگ و نزہت دی تو نے ہی مرے مولا

پنکھ اپنے پھیلا کر آسماں پہ اُڑنے کی
پنچھیوں کو طاقت دی تو نے ہی مرے مولا

مور کو نوازا ہے خوش نما پروں سے اور
رقص کی مہارت دی تو نے ہی مرے مولا

سر فراؔغ نے اپنا خم کیا کہ اُس کو بھی
فکر و فن کی دولت دی تو نے ہی مرے مولا

کب خاروخس ہیں تیرے بے کار جانے والے
سامان ہیں جہاں کے سب کام آنے والے

عقل و شعور سے بھی تونے ہمیں نوازا
علم و ہنر بھی بخشے عزت بڑھانے والے

تاریکیوں کو تونے تخلیق کر کے مولا،
شمس و قمر بنائے ظلمت مٹانے والے

تونے کرم سے اپنے دامانِ آسماں پر
تارے سجا دیئے ہیں کیا جگمگانے والے

کہسار کی بدولت ہے وادیوں کی رونق
باغات ہیں زمیں کی زینت بڑھانے والے

چمپا، گلاب، جوہی، یا بیلا یا چنبیلی
سب پھول ہیں جہاں میں جادو جگانے والے

شاخِ شجر کو تونے اثمار سے نوازا
پتے بھی دے دیئے ہیں تالی بجانے والے

ندیاں بہائیں تونے سیراب کرنے والی
ہیں موجزن سمندر گوہر لٹانے والے

جھرنوں کو نغمگی دی اور راگنی پون کو
شہکار کیسے کیسے ہیں گنگنانے والے

گل پیرہن بہاریں، برسات بھی سُریلی
موسم عطا کئے ہیں کیا دل لبھانے والے

طاؤس کس ادا سے مستی میں ناچتے ہیں
پنچھی بھی خوب تیرے ہیں گیت گانے والے

ذکرِ فراغؔ کیا ہے، حور و ملک بھی یارب،
تیرے حضور میں ہیں سب سر جھکانے والے

آفتاب بخشا ہے، ماہتاب بخشا ہے
تو نے ہم کو اک عالم لا جواب بخشا ہے

تیری ہی عنایت سے ذرّوں میں ہے تابانی
موتیوں کو بھی تو نے حسنِ آب بخشا ہے

آبشار و دریا کیا، بے کراں سمندر کیا
سب کو تو نے ہی یارب، اضطراب بخشا ہے

گرچہ تو نے آدمؑ کو خاک سے کیا پیدا
پھر بھی اُس کو خلقت میں کیا خطاب بخشا ہے

تو نے ہی مرے مولاؔ، بے قرار آنکھوں کو
نیند جب عطا کی ہے، کوئی خواب بخشا ہے

کب شمار ممکن ہے فیض کا ترے یارب،
تو نے اپنے بندوں کو بے حساب بخشا ہے

شکر اے خدا تیرا، اس فراؔغِ کمتر کو
تو نے جو ہنر بخشا، کامیاب بخشا ہے

اپنا وجود بھی تجھے دِکھتا نہیں ہے کیا
رب کا مرے یہ کوئی کرشمہ نہیں ہے کیا

بے شک دیارِ جاں میں ہی کرتا ہے وہ قیام
دل میں اسی یقیں کا اُجالا نہیں ہے کیا

دامن پسارتا پھروں جس تس کے سامنے
اُس کے کرم پہ مجھ کو بھروسہ نہیں ہے کیا

انساں ڈرا ہوا ہے زمانے سے کس لئے
رحم و کرم پہ اُس کے زمانہ نہیں ہے کیا

فطرت سے سرد و گرم کی نسبت سہی، مگر
موت و حیات مرضیِ مولا نہیں ہے کیا

ہنگامۂ حیات و عروج و زوال میں
روزِ ازل سے ہاتھ خدا کا نہیں ہے کیا

حیرت کی بات کیا ہے جو اُڑتا ہے آدمی
سوئے فلک پرند بھی اُڑتا نہیں ہے کیا

جو ڈھیل ظالموں کو بھی دیتا ہے بار بار
اُن کی نکیل پھر وہی کستا نہیں ہے کیا

چاہے تو ایک پل میں بدل دے مرا نصیب
وہ قدرت و کمال میں یکتا نہیں ہے کیا

اُس کی نوازشوں کو فراموش کر دوں میں؟
اک روز منہ خدا کو دِکھانا نہیں ہے کیا

مایوس اُس کی ذات سے ہرگز نہیں فراغؔ
ذرّوں کا بھی نصیب چمکتا نہیں ہے کیا

اللہ ھو، اللہ ھو

روبرو روبرو، اللہ ہو، اللہ ہو
صرف تو، صرف تو، اللہ ہو، اللہ ہو

رہ گذر، رہ گذر، گلستاں، گلستاں
انجمن، انجمن، آستاں، آستاں
جلوہ گر تو ہی تو، اللہ ہو، اللہ ہو

عرش سے فرش تک، بزم سے رزم تک
فکر سے ذکر تک، نثر سے نظم تک
حاصلِ گفتگو، اللہ ہو، اللہ ہو

مہ جبیں اور نہ کوئی حسیں چاہیے
مجھ کو تیرے سوا کچھ نہیں چاہیے
تو مری آرزو، اللہ ہو، اللہ ہو

بے خودی میں اگر سر جھکایا کرے
جب فراغؔ اپنی حالت سنایا کرے
بس ترے روبرو، اللہ ہو، اللہ ہو

روبرو روبرو، اللہ ہو، اللہ ہو
صرف تو، صرف تو، اللہ ہو، اللہ ہو

اللہ اکبر

اللہ اکبر، اللہ اکبر
یعنی اللہ سب سے برتر

یہ مت پوچھو وہ ہے کیسا
کوئی نہیں ہے اُس کے جیسا

قرآں کا ہر پارہ شاہد
وہ ہے یکتا اور ہے واحد

سورج، چاند اُگانے والا
تاروں کو چمکانے والا

کیسے کیسے باغ لگائے
رنگ برنگے پھول کھلائے

سب کو روزی دینے والا
سب کی نیا کھینے والا

وہ چاہے تو عزت دے دے
دولت دے دے، شہرت دے دے

سب کا مالک، سب کا حاکم
اُس کے آگے جھکنا لازم

اِس دنیا سے اُس دنیا تک
یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ تک

دیکھ کے حیراں رہ جاتے ہیں
سب ہی اُس کے گن گاتے ہیں

صبح و شام سبھی کے لب پر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

اعزاز مجھ کو ایک یہی ذوالجلال، دے
میری نگاہِ شوق کو ذوقِ جمال دے

مجھ کو خلوص و مہر کے سانچے میں ڈھال دے
ایسا دے پھر مزاج کہ دنیا مثال دے

تو نے عطا کئے ہیں یہ لوح و قلم تو پھر
جو دل گداز ہو وہی حسنِ خیال دے

شہرت سے تو نے مجھ کو نوازا تو ہے، مگر
تھوڑا سا انکسار بھی اے ذوالجلال، دے

میری نظر میں وہ کسی دریا سے کم نہیں
قطرہ جو میرے کوزے میں یارب، تو ڈال دے

گمنامیوں کی قید میں گوہر جو ہے ابھی
یارب، اُسے صدف سے تو باہر نکال دے

ہو فیض یاب حرفِ دعا سے ترا فراغؔ
تاثیر بھی زباں میں اگر اس کی ڈال دے

جب زباں دی ہے شعورِ خوش بیانی دے خدا
مجھ بھی ملکِ سخن کی حکمرانی دے خدا

منکشف ہوتا نہیں ہے مجھ پہ اپنا ہی وجود
خود شناسی کی مجھے کوئی نشانی دے خدا

پیاس میری بجھ نہ جائے دیکھ کر دریا کہیں
قطرہ قطرہ ہی مرے حصے کا پانی دے خدا

میرے ہاتھوں کی لکیروں کو بدل کر ایک دن
مہربانوں کو نجاتِ مہربانی دے خدا

پھر تعاقب میں ہمارے لشکرِ فرعون ہے
غرق اُس کو نیل کردے، حکمِ ثانی دے خدا

کر رہا ہے التجا تجھ سے فراغؔ روہوی
رشک جس پر سب کریں وہ زندگانی دے خدا

رباعیات

افضل بھی ہے، اعلیٰ بھی ہے، برتر بھی خدا
ایمان کا مرکز بھی ہے، محور بھی خدا
دنیائے تضادات کا خالق ہے وہی
انصاف و مساوات کا مظہر بھی خدا

اوصافِ خدائی میں مکمل ہے خدا
باطل کے لئے حرفِ مدلل ہے خدا
عظمت میں فراغؔ اُس کی نہیں کوئی شریک
بے مثل ہے وہ، اکبر و افضل ہے خدا

فکرِ غمِ جاناں سے مبرا ہے خدا
فکرِ غمِ دوراں سے مبرا ہے خدا
اُس کو تو کسی چیز کی حاجت ہی نہیں
فکرِ سر و ساماں سے مبرا ہے خدا

دل جس نے جھکایا سرِ دربارِ خدا
اُس پر ہی کھلے گیسوئے اسرارِ خدا
جو غرق ہوا عشقِ حقیقی میں فراؔغ
دیکھے ہیں اُسی شخص نے انوارِ خدا

اک مرکزِ توصیف و ثنا ہے صاحب
موجود کوئی راہ نما ہے صاحب
اللہ رے خورشید و قمر کی گردش
یہ ہم پہ عیاں ہے کہ خدا ہے صاحب

فنکارِ حقیقی کا ذرا دیکھ کمال
ہر فن میں نیا پن ہے، اچھوتا ہے خیال
وہ حسن پسندی کہ مصور نے فراؔغ
ہم خاک کے پتلوں کو بھی بخشا ہے جمال

سر خم نہ کیا ہم نے کسی کے آگے
گھٹنے بھی نہیں ٹیکے بدی کے آگے
وہ جس نے کیا خلق ہر اک شے کو فراؔغ
کی ہم نے جبیں سائی اُسی کے آگے

بندوں کا خیال اُس نے زیادہ رکھا
دروازۂ الطاف کشادہ رکھا
دینے پہ جب آیا تو کہاں اُس نے کبھی
کچھ فرقِ شہنشاہ و پیادہ رکھا

وہ رحمتیں دن رات کہ گننا مشکل
وہ لطف و عنایات کہ گننا مشکل
تا حدِ نظر ارض و سما میں تیرے
اتنے ہیں کمالات کہ گننا مشکل

ہاں، سب سے قدیم اور بڑا ہے تو ہی
ہاں، قبل ازل سے بھی خدا ہے تو ہی
کیا تیرے تعلق سے کوئی لب کھولے
انساں کے تصور سے سوا ہے تو ہی

ہر سو نظر آتی ہے حکومت تیری
مامور غلامی پہ ہے خلقت تیری
ہر شے کو کیا خلق خدایا، تو نے
بندے سے بیاں کیسے ہو عظمت تیری

تو میرا یقیں بھی ہے، گماں بھی ہے تو
دراصل عیاں بھی ہے، نہاں بھی ہے تو
ہر سمت نظر آتے ہیں جلوے تیرے
موجود یہاں بھی ہے، وہاں بھی ہے تو

صحراؤں میں پیاسوں کا سہارا تو ہے
جو سوکھ نہیں سکتا وہ دھارا تو ہے
ہم تیرے سوا کس سے بھلائی چاہیں
سب غیر ہیں، اللہ ہمارا تو ہے

ہر ایک نظر جاتی ہے تیری ہی طرف
جب ہوتی ہے تر، جاتی ہے تیری ہی طرف
سنتا ہے سبھی کی تو جبھی تو مولا،
فریادِ بشر جاتی ہے تیری ہی طرف

تُو منبعٔ الطاف و کرم ہے مولا،
تُو قاسمِ انبارِ نعم ہے مولا،
سب پر ہے کرم تیرا تو کس کافر کو
اندیشۂ دینار و درم ہے مولا،

آسان نہیں میرے خدا، مشکل ہے
ہر کام سے یہ کام بڑا، مشکل ہے
کیسے ہو ترا وصف بیاں اے مالک،
انساں سے تری حمد و ثنا مشکل ہے

میں خوبیِ اظہار کہاں سے لاؤں
میں طاقتِ گفتار کہاں سے لاؤں
جس سے ہو تری حمد و ثنا لا محدود
لفظوں کا وہ انبار کہاں سے لاؤں

یہ جان و بدن میرے نہیں، تیرے ہیں
یہ نطق و دہن میرے نہیں، تیرے ہیں
میں فخر کروں بھی تو کروں کس بل پر
الفاظ و سخن میرے نہیں، تیرے ہیں

تو نے ہی تو بخشے ہیں مجھے عقل و دماغ
ورنہ مجھے ملتا ہی نہیں تیرا سراغ
اُس پر ہے خدایا، یہ ترا خاص کرم
روشن ہیں در و بام پہ میرے بھی چراغ

صد شکر کہ میں بھی ہوں اسیروں میں ترے
شامل ہوں زمانے سے فقیروں میں ترے
ہیں بندے یہاں اور بھی، لیکن یارب،
ہے نام مرا زندہ ضمیروں میں ترے

احسان پہ احسان کیے جاتا ہے
بے مانگے سبھی کو تو دیے جاتا ہے
اور بندۂ بے شرم تشکر کے بغیر
ہر چیز ڈِھٹائی سے لیے جاتا ہے

بے شک ہے مری جان عطائے ربی
راضی میں رہوں گا بہ رضائے ربی
انسان کے آگے نہ کھلے مٹھی مری
رہنا ہے سدا بن کے گدائے ربی

یہ فن، یہ مرا کام عطائے ربی
سرخی میں مرا نام عطائے ربی
جتنا بھی کروں شکر یقیناً کم ہے
شہرت کے یہ ایام عطائے ربی

اندازِ سخن ہم کو سکھایا تو نے
قاری سے قلم کار بنایا تو نے
اس بات سے انکار کریں کیوں یارب،
ہم نے وہی لکھا جو لکھایا تو نے

رنگینیِ دُنیا کا پرستار ہوں میں
ہاں، گیسوئے گیتی میں گرفتار ہوں میں
عاصی ہوں بہر طور مگر تو ہے رحیم
یہ سوچ کے رحمت کا طلبگار ہوں میں

چاہے نہ مری آن سلامت رکھنا
شہرت نہ مری شان سلامت رکھنا
لیکن یہ تمنا ہے کہ مرتے دم تک
یارب، مرا ایمان سلامت رکھنا

ذرّہ ہوں، خدایا، مجھے گوہر کر دے
قطرے کو بڑھا یوں کہ سمندر کر دے
سب کچھ ہے ترے دستِ کرم میں مولا،
مجھ کو بھی مقدر کا سکندر کر دے

نظروں سے نہاں رہ کے بھی ظاہر ہے خدا
کیا کیا نہ کرشمات میں ماہر ہے خدا
انسان کی شہ رگ کے قریں رہتے ہوئے
انسان کے افکار سے باہر ہے خدا

ہر چیز کا خالق ہے خدایا تو ہی
مخلوق کا رازق ہے خدایا تو ہی
سر غیر کے آگے نہ جھکاؤں گا کبھی
ہر بات میں صادق ہے خدایا تو ہی

اک مالکِ سلطان و گدا ہے تو ہی
ہاں، سارے زمانے کا خدا ہے تو ہی
اس بات پہ ایمان مرا ہے مولا
ہر وصف میں یکتا ہے، جدا ہے تو ہی

یہ تخت نہ یہ تاج رہے گا مولا
بندہ ترا محتاج رہے گا مولا
آسکتا نہیں تیری حکومت کو زوال
تھا راج ترا، راج رہے گا مولا

تو نے رہِ پر خار کو گلزار کیا
یوں راستہ میرے لئے ہموار کیا
دل میں جو نمو پاتی رہی ہے یارب،
اُس شاخِ تمنا کو ثمردار کیا

ہے قابلِ تعریف بڑائی تیری
کیا خوب ہے تو اور خدائی تیری
تو پال رہا ہے مجھے کس شان کے ساتھ
کیسے نہ کروں مدح سرائی تیری

منگتا ہے زمانے سے زمانہ تیرا
کھاتے ہیں سبھی روز و شبانہ تیرا
یہ سلسلہ جاری ہے ازل سے یاربؔ
کم ہوتا نہیں پھر بھی خزانہ تیرا

مختار ہے، مختار رہے گا تو ہی
رزّاق و مدد گار رہے گا تو ہی
جاری ہے زمانے سے عنایت تیری
خلقت کا نگہدار رہے گا تو ہی

کس شان سے دنیا میں بسا رکھا ہے
ہر رنج و مصیبت سے بچا رکھا ہے
کس منہ سے کروں شکر ادا اے مولاؔ
تو نے تو کرم مجھ پہ روا رکھا ہے

میں روزِ ازل سے ہوں پجاری تیرا
مجھ پر ہے کرم آج بھی جاری تیرا
چوکھٹ کو تری چھوڑ کے اے اَن داتاؔ
جائے تو کہاں جائے بھکاری تیرا

وہ دھیان مرا شام و سحر رکھتا ہے
ہر حال میں مجھ پر وہ نظر رکھتا ہے
لب کھولنے دیتا ہی نہیں مجھ کو کبھی
وہ میری ضرورت کی خبر رکھتا ہے

صد شکر کہ ہے لمحہ بہ لمحہ جاری
مجھ پر ہے ترے فیض کا چشمہ جاری
یارب، یہ دعا ہے کہ دمِ آخر تک
ہونٹوں پہ رہے تیرا ہی کلمہ جاری

طوفانِ حوادث سے بچانے والا
ہر خوف و خطر دل سے مٹانے والا
اک تیرے سوا کون ہے غمگینوں کے
چہروں پہ تبسم کو کھلانے والا

سب تیری ہی مرضی سے جیا کرتے ہیں
پھولوں کی طرح چہرے کھلا کرتے ہیں
بے شک یہ کرشمے بھی خدایا، میرے
تیرے ہی اشارے پہ ہوا کرتے ہیں

یارب، یہی احساس ہوا کرتا ہے
تو پیار ہمیں حد سے سوا کرتا ہے
ہم ہیں کہ خطاؤں پہ خطا کرتے ہیں
تو رحم مگر ہم پہ سدا کرتا ہے

ہر پل تری مدحت ہی میں مشغول رہوں
کثرت سے ریاضت ہی میں مشغول رہوں
توفیق مجھے دے کہ دمِ آخر تک
میں تیری عبادت ہی میں مشغول رہوں

ہاں، چاند نکلتا ہے اشارے پہ ترے
سورج بھی تو ڈھلتا ہے اشارے پہ ترے
حیران ہوں یارب، کہ نظامِ عالم
کس شان سے چلتا ہے اشارے پہ ترے

یہ سوچ کے چوڑا ہوا سینہ میرا
آسان کیا تو نے ہی جینا میرا
کھیتا ہوں جسے سایۂ رحمت میں ترے
ڈوبے گا نہ ہرگز وہ سفینہ میرا

اُس شخص کی کشتی کو کنارا نہ ملا
جس کو کسی تنکے کا سہارا نہ ملا
گرداب سے آخر وہ نکلتا کیسے
جس کو تری رحمت کا اشارا نہ ملا

تو سارے زمانے کا خدا ہے مولا
بندے کو ترے خوب پتا ہے مولا
کہنے کو تو اوجھل ہے نگاہوں سے، مگر
شہ رگ میں مری تو ہی بسا ہے مولا

دوہے

کچھ کہنے سے پیشتر کہیے بسم اللہ
کھل جائے گی آپ ہی برکت والی راہ

شروع اُسی کے نام سے جو ہے راحت کار
کام نیا درپیش ہے، مشکل اور دشوار

ہر اچھے آغاز کا اچھا ہے انجام
منزل چل کر آئے گی رب کا جپ لو نام

اُسی کی ایسی ذات ہے، اُسی کی ایسی شان
بن دیکھے اللہ کو ہم لائے ایمان

چاہے بھگون بولئے یا کہئے غفار
اُس کی تنہا ذات ہے، اُس کے نام ہزار

امبر سے پاتال تک سب کا مالک ایک
ہم بندوں نے رکھ دیئے اُس کے نام انیک

دنیا میں تیرے سوا کوئی نہیں معبود
تیری ہستی بے کراں، ہم ٹھہرے محدود

تیرے آگے کچھ نہیں بندوں کی اوقات
تو لافانی ہے خدا، فانی سب کی ذات

نوری اُس کی ذات ہے، نوری اُس کا روپ
دیکھ اُسے شرمائے ہے تیکھی میٹھی دھوپ

اُس کا رہنا ٹھیک ہے ہر پل پردہ پوش
ورنہ کیسے سامنے رہیں سلامت ہوش

لافانی رہ جائے گی اُس کی ذاتِ پاک
ہو جائے گا ایک دن سارا عالم خاک

ہم جنمے ہیں خون سے، ہم ٹھہرے ناپاک
تو نورانی ذات ہے، تیری ہستی پاک

پیر، پیمبر، اولیاء کرتے ہیں اقرار
تو ہی پالن ہار ہے، کون کرے انکار

چاہے دھرتی ہو تری یا نیلا آکاش
پھیلا چاروں اور ہے تیرا ہی پرکاش

جگنو ہو یا چاندنی، اِندر دھنش یا دھوپ
سب میں میرے سائیاں، جھلکے تیرا روپ

ایک اشارے پر ترے دنیا کا ہر کام
دن انگڑائی لے کہیں، اور کہیں پر شام

وہی ہے ذرّے کا خدا، اُس کا کوہِ طور
سب پہ چھڑکتا رہتا ہے سائیں اپنا نور

دھرتی سے آکاش تک، سانجھ ہو یا کہ بھور
ڈنکا تیرے نام کا بجتا ہے ہر اور

تو نے ہر مخلوق پر ایسی چھوڑی چھاپ
جھنڈا تیرے نام کا لہرائے گا آپ

پھر بھی یہ بندے ترے ہو گئے تم سے دور
تم کتنے بلوان ہو، ہم کتنے مجبور

مدحت سے قاصر زباں اور قلم لاچار
تیرے سب وردان کا ممکن نہیں شمار

دوڑتے رہنا چاہیے اک مالک کی اور
پیچھے بھاگے چاند کے جیسے ایک چکور

جب چاہے جس چیز کی لے چٹکی میں جان
اُس کی مرضی سے اُٹھے ساگر میں طوفان

دیکھ رہا تھا دیر سے ظالم کا ہر کھیل
بے دردی کے ساتھ پھر اُس کی کسی نکیل

خدا بڑا رحمان ہے، رحمت اُس کی شان
کرے اُسی سے منّتیں بخشش کی انسان

آنسو یا مسکان دے جو تجھ کو منظور
داتا، تیرے سامنے ہم بندے مجبور

تو قادر ہر بات پر، تیری ذات عظیم
پاپ ہمارے بخش دے، تو ہے بڑا رحیم

تیرے ہوتے کیوں چبھیں ان تلووں میں خار
تیری لیلا نے کیا آتش کو گلزار

کب تک پھانکوں سائیاں، درگاہوں کی دھول
مورے انگناں بھی کھلیں کومل کومل پھول

اے داتا، اس بانجھ کی عرضی کرو قبول
میرے آنگن میں کھلیں ننھے منے پھول

مولا، اس سنسار میں تیرا نہیں جواب
ایک اشارے پر ترے سچ ہوں سارے خواب

کیوں ترسے بندہ ترا، سن لے مری پکار
کھول دے میرے واسطے رحمت کا بھنڈار

چھپی نہیں تجھ سے کبھی میرے من کی بات
بن مانگے مجھ پر رہی رحمت کی برسات

مجھ کو بھی محفوظ رکھ اے میرے اللہ
اُسے ملی ہیں راحتیں، دی ہے جسے پناہ

رہبر کوئی بھی نہیں اے میرے اللہ
بھٹکا میرا قافلہ اسے دِکھا دے راہ

تجھ سے پوشیدہ نہیں ہم بندوں کا حال
علم کی دولت دان کر، کردے مالا مال

اور بلندی تک ہمیں کرنی ہے پرواز
یارب، میری زندگی کردے ذرا دراز

میری ساری مشکلیں کردے تو آسان
دوہا کہنے کی للک رکھتا ہوں بھگوان

تو لکھوائے تو لکھوں روز انوکھی بات
کہنے کو تو ساتھ ہیں کاغذ، قلم، دوات

تیرے آگے ہے یہی یارب، ایک سوال
مجھے اچھوتا سا کوئی کردے عطا خیال

سن لی جب بھگوان نے میرے من کی بات
کاغذ پر ہونے لگی دوہوں کی برسات

کرنے بیٹھو گے بیاں رب کی اگر صفات
کم پڑ جائیں گے میاں، کاغذ، قلم، دوات

بنتے ہیں سنسار میں جس سے سب کے کام
ہر پل لیتے کیوں نہیں اُس مالک کا نام

ماہیے

اظہارِ کمال اللہ
حسن کا منبع ہے
تیرا ہی جمال اللہ

تو ربِ دو عالم ہے
قبلِ ازل سے ہی
تو قائم و دائم ہے

تو خالقِ کل شے ہے
اور ہر اک شے کی
قسمت میں فنا طے ہے

تو قادرِ مطلق ہے
کوئی نہیں تجھ سا
تو یکتا و بر حق ہے

معبود نہیں کوئی
تیرے سوا مولا،
مسجود نہیں کوئی

عنوانِ بقا تو ہے
سارے خداؤں کا
دراصل خدا تو ہے

ہر وصف جدا تیرا
ہم پہ فقط یارب
سجدہ ہے روا تیرا

کب بس میں نہیں تیرے
فرشی و عرشی کیا
سب زیرِ نگیں تیرے

دھرتی میں، گگن میں تو
جلوہ فگن ٹھہرا
صحرا میں، چمن میں تو

کیا چاند ستاروں میں
تو ہی منور ہے
پُر نور نظاروں میں

ذرّوں کو ستاروں میں
کون بدلتا ہے
شبنم کو شراروں میں

تو صاحبِ قدرت ہے
تیری بدولت ہی
ہر پھول میں نکہت ہے

حیرت کا مقام اللہ
کیسے چلاتا ہے
خود سارا نظام اللہ

کب دور رہا ہے تو
اپنے ہی بندوں کی
شہ رگ میں بسا ہے تو

کب ڈھونڈتا ہے تجھ کو
آنکھ جسے دی ہے
وہ دیکھتا ہے تجھ کو

گن تیرے ہی گاتے ہیں
تیرے ہی آگے سب
سر اپنا جھکاتے ہیں

ہر حال میں یارا ہے
تیری مشیت پر
ایمان ہمارا ہے

مجھ جیسا گداگر بھی
تیرا ہی ٹھہرا ہے
محتاج سکندر بھی

دی تو نے یہ صف ہم کو
سب کے خلیفہ ہیں
حاصل ہے شرف ہم کو

رکھتا ہے بھرم تو ہی
غیب سے کرتا ہے
بندوں پہ کرم تو ہی

کیا کیا نہ دیئے تو نے
خلد بنا رکھی
بندوں کے لئے تو نے

پہلے تو مٹائے گا
بعد اجل سب کو
پھر تو ہی جلائے گا

مشکل ہے ثنا تیری
نام ترا سن کر
لرزاں ہے زباں میری

کیا فن یہ خدایا ہے
حمد لکھیں کیسے
تو نے ہی سکھا ہے

ہوٹوں پہ جو نغمہ ہے
کب ہے کمال اپنا
یہ رب کا کرشمہ ہے

کر رحم خدا مجھ پر
سوچ سمندر کا
در بند ہوا مجھ پر

مفہومِ دِگر رکھ دے
میرے خدا کچھ تو
لفظوں میں اثر رکھ دے

پھر وجہِ ظفر کردے
میرے خدا! میرا
آسان سفر کردے

ھائیکو

مالکِ یوم الدین
تیری رحمت سے بے شک
دل کو ہے تسکین

روشن روشن تو
امبر سے پاتال تلک
درپن درپن تو

ہر سو تیری دھوم
سارے عالم میں مولاؔ
سب تیرے محکوم

سب کا خالق ہے
ایک خدا ہی تو ہے جو
سب کا رازق ہے

یہاں وہاں ہے تو
ایک اکیلا ہو کر بھی
کہاں کہاں ہے تو

سب کا حاصل ایک
راہ ہزاروں ہیں، لیکن
سب کی منزل ایک

مالک کی کیا بات
ماٹی کو کیا روپ دیئے
فنکاری کے ساتھ

افضل تیری ذات
ایک اشارے پر تیرے
دن ہو جائے رات

تو سب سے بالا
دن ہے کہیں تو رات کہیں
اے میرے داتا

سب پر تیرا راج
چاہے راجا ہو یا رنک
سب تیرے محتاج

چڑیوں کو چہکار
تو نے ہی بخشی یارب
پھولوں کو مہکار

کر اللہ کو یاد
ہر لمحہ وہ سنتا ہے
بندوں کی فریاد

بخشش کی ہے رات
ہم پر بھی ہو اے مولاؑ
رحمت کی برسات

نورانی یہ رات
کاش! ہمیں بھی دے جائے
عقبیٰ کی سوغات

بخش مری ہر بھول
مجھ جیسوں کے بھی یارب،
سجدے ہوں مقبول

مولا رکھ لے مان
تیرے آگے نادم ہیں
ہم عاصی انسان

اے ربِ گلزار
قائم رکھنا آنگن میں
نخلِ سایہ دار

ہم سب طالب ہیں
یارب، ہم سب کی نظریں
تیری جانب ہیں

کیسے کریں انکار
تو نے اکثر ہم پر کی
رحمت کی بوچھار

کر دے من کو پاک
تیرے در کی کافی ہے
اک چٹکی بھر خاک

میرے سارے کام
اسمِ خدا کی برکت سے
پاتے ہیں انجام

رب نے ساتھ دیا
تب مشکل سے مشکل تر
ہم نے کام کیا

شعر کہے یوں کب
فکر عطا تو کرتا ہے
مجھ کو میرا رب